النور نومبر ۲۰۱۴ء

ختمِ نبوت کی داعی واحد جماعت

حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، نہ نیا نہ پُرانا

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لائیو اردو نشریات :۔ ہر اتوار صبح ۱۰:۰۰ بجے سکائپ آئی ڈی: lahori-ahmadi

خبریں

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

خبرنامہ ہوپ (HOPE Bulletin) کی اطلاع

محترم عوان یوسف بامبانگ ۲۹ ستمبر ۲۰۱۴ کی رات ۰۸:۳۰ بجے وفات پا گئے۔مرحوم عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (انڈونیشیا شاخ) کے ایک ستون تھے اور سال ہا سال سے رضاکارانہ طور پر جماعت کی خدمت کرتے رہے تھے۔دُعا ہے کہ خدا اُنہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔(آمین) ہم انڈونیشیا کے بھائیوں کے دُکھ میں شامل ہیں۔

نشریات

www.virtualmosque.co.uk

پر

جمعہ : ۱۲:۳۰ بجے

درس: بعد از جمعہ ۱۳:۱۵

ماہانہ مجلس: ۱۵:۰۰ ہر ماہ کی پہلی اتوار

عیدین: ۱۱:۰۰ بجے اور پنجاب ریڈیو (سکائی چینل ۰۱۳۰) پر ۱۳:۰۰ تا ۱۴:۰۰ بجے

برلن مسجد

۹۰ سال قبل نہایت بے سروسامانی کی حالت میں ایک چھوٹی سی جماعت، جس کی پشت پر نہ بادشاہ تھے نہ امراء، نے ایک عظیم الشان کام کا بیڑہ اُٹھایا جو بادی النظر میں ایک غیر دانشمندانہ فیصلہ شمار کیا جا سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح موعود کی اس حقیقی جانشین جماعت کو اپنی ذات پر پختہ ایمان نصیب فرمایا کہ یہ مختصر جماعت تبلیغ اسلام کے جس کام کا بیڑہ اُٹھا رہی ہے، خدا اسے اس مقصد عظیم میں ضرور کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔

وہ کام یورپ کی سرزمین پر برلن میں ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر اور وہاں سے تبلیغِ اسلام کے کام کا اجراء تھا۔وسائل نہیں، سرمایہ نہیں، مبلغ نہیں، جرمن زبان جاننے والا کوئی نہیں، کتابیں نہیں کچھ بھی نہیں لیکن اِس بات پر ایمان ہے کہ خدا کے مسیح کی قائم کردہ یہ جماعت تبلیغ کے جس کام کا بیڑہ اُٹھالے خدا اُس کو کامیابی عطا فرمائے گا۔

حضرت امام زمانہ کی ایمان افروز صحبت سے براہ راست فیض یافتہ، اور اُن کے اپنے ہاتھ سے تیار کردہ کشتی نوح میں سوار یہ وہ چند افراد تھے جنھوں نے خدا کو گواہ بنا کر اپنے امام کے ہاتھ پر دین کو دُنیا

پر مقدم کرنے کا پختہ عہد کر رکھا تھا۔اسی لئے وہ کسی بھی قسم کی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ہچکچائے نہیں۔ اس سلسلہ میں پہلا قدم جو اُٹھایا گیا وہ یہ تھا کہ سب خدا کے حضور گر گئے اور اُس سے مدد مانگی۔وہ دُنیا کے سامنے نہ گرے۔ دوسرا کام اُنہوں نے یہ کیا کہ باہم متحد ہو کر منزلِ مقصود اور اُس تک پہنچنے کی راہ کو متعین کیا۔ہر ایک کو بخوبی علم تھا کہ اُس کی کیا ذمہ داری ہے اور پھر منزل کی طرف قافلہ رواں دواں ہوا۔اگرچہ بادی النظر میں یہ کام گویا بغیر آکسیجن ہمالیہ سر کرنا یا بغیر پانی صحرائے گوبی عبور کرنے کے مترادف تھا۔لیکن خدا کی خاص مدد کا ہاتھ اُن کی پشت پر تھا یہی وجہ تھی کہ انہیں یہ چیزیں بالکل بھی خوفزدہ نہ کر سکیں اور اُنہیں رضاالٰہی کے سوا کسی چیز کی پرواہ نہ تھی۔

اِس مُٹھی بھر جماعت کے پاس سوائے توکل علی اللہ کے اور کچھ نہ تھا اور حقیقت یہ ہے کہ توکل ہی اُن کی روح کی غذا تھی اور اُن کو اسکے سوا کچھ اور چاہیے بھی نہ تھا۔اُن کے سامنے ۳۱۳ اصحابِ بدر کا نمونہ تھا کہ کس طرح وہ محض توکل علی اللہ کی بُنیاد پر بے سروسامانی کے باوجود اپنے سے قریب چار گُنا طاقتور فوج سے ساتھ ٹکرا گئے تھے۔اِس مقصد کی تکمیل کے لئے حضرت مولانا صدرالدین کو تنہا ہی برلن بھیجا گیا۔وہ نہ جرمن زبان سے شناسا تھے اور نہ ہی جرمن ماحول سے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ ایسے عظیم الشان کام کے لئے مالی وسائل کا وجود اور عدم وجود گویا برابر ہی تھے۔لیکن دل اس ایمان محکم سے لبریز تھے کہ انشاءاللہ یہاں خدا کا گھر بن کر رہے گا اور پھر بالآخر وہ لاہور احمدیہ مسجد برلن کی صورت میں بن کر رہا جو اِن حالات میں واقعی کسی معجزہ سے کم نہ تھا۔الحمدللہ۔

محض توکل علی اللہ کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والے اس معجزاتی رنگ کے حامل تاریخی واقعہ کی یاد میں امسال اکتوبر کے آخری ویک اینڈ میں برلن مسجد میں ہی ایک خصوصی جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ دُنیا بھر کے مختلف ممالک مثلاً پاکستان، ہالینڈ، انگلستان، پرتگال، آسٹریا اور سرینام وغیرہ سے معزز احباب اِس جلسے میں بھر پور شمولیت کے لئے خاص طور پر برلن تشریف لائے۔ بعض دوست انتظامی امور کے سلسلہ میں ہاتھ بٹانے کی خاطر قبل از وقت برلن پہنچ گئے۔بہت تعداد میں جمع مہمانوں کے لئے امام مسجد کی رہائش گاہ کے علاوہ نزدیکی ہوٹل میں بہت سے مزید کمرے بھی مختص کرائے پڑے۔

مختصر رپورٹ برائے کاروائی جلسہ

جمعہ ۲۴ اکتوبر ۲۰۱۴ء

اِس اہم اور تاریخی جلسہ کا افتتاح حضرت امیرقوم ڈاکٹر عبدالکریم سعید ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ سے ہوا جس میں حضور عالی مقام نے اس امر پر نہایت خصوصیت کے ساتھ زور دیا کہ ہمیں تقویٰ اختیار کرنا چاہیے اس لئے کہ دُنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی کا انحصار صرف تقویٰ پر ہی منحصر ہے۔حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس اہم خطبہ کو انشا اللہ افادہ عام کے لئے جلد ہی دستیاب کر دیا جائے گا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد تمام مہمانوں کو کھانا پیش کیا گیا۔

مرکز کی جانب سے ایک شامیانہ خریدا گیا تا کہ مہمانوں کی خاطر مدارت کے انتظام کے سلسلہ میں سہولت رہے۔یہ تمام انتظام امام مسجد کی رہائش گاہ کے باغیچہ میں کیا گیا۔ہالینڈ سے ناظمہ بہن کھانے کی مُنتظمہ تھیں۔ جماعت ہالینڈ کے ممبران کچھ انتظامات کر کے اپنے ساتھ لائے تھے۔ بعد ازاں بعد غیرملکی احباب بذریعہ کوچ برلن کی سیر کے لئے روانہ ہوئے۔

شام کا اجلاس رات سات بجے شروع ہوا۔جس میں ڈاکٹر جواد احمد نے بطور سٹیج سیکریٹری تمام کاروئی کو نہایت درجہ بطریق احسن نبھایا۔یہاں اِس امر کا خصوصیت سے ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِن تقریبات کی کامیابی میں ڈاکٹر جواد احمد اور سید ناصر احمد صاحب کا بہت اہم کردار تھا۔اللہ تعالیٰ اِن احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔پھر اِس مجلس سے حضرت امیر ایدہ اللہ کے علاوہ محترم ناصر احمد صاحب، عامر عزیز صاحب، مونیومنٹ ڈیپارٹمنٹ کے نمائندہ، احمد سادات، مانو سنگھ (سرینام)، اور ہارون بدلو (ہیگ) نے خطاب کیا۔اجلاس رات دیر تک جاری رہا اور اِس کے بعد ڈنر سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔

ہفتہ ۲۵ اکتوبر ۲۰۱۴ء

بوقت صبح خاص توجہ اس امر کی طرف رہی کہ بروز جمعہ منعقد ہونے والے اجلاس کی کاروائی سے متعلقہ معلومات کی بین الاقوامی تشہیر کی جائے۔ بعض تیکنیکی مسائل کے باوجود متعلقہ ممبران نے یہ کام بخوبی انجام دیا۔

بوقت ظہر وہاں کے ایک ٹی وی چینل کی ٹیم غیر متوقع طور پر مسجد آ گئی حالانکہ اُن کے ساتھ شام ۷ بجے کا وقت مقرر تھا۔لیکن وہ چاہتے تھے کہ فلم بنا کر شام کی خبروں میں نشر کی جائے۔ اُس وقت زیادہ احباب برلن کی سیر کے لئے تشریف لے جا چکے تھے اور دیگر رات کے جلسہ کے انتظامات میں مشغول تھے۔

بہر حال قدرے افسوس کے ساتھ کاروائی شروع کرنا پڑی اور ٹی وی ٹیم نے جس حد تک ممکن ہوا فلم بندی کی اور خبروں میں اعلان نشر کیا کہ برلن مسجد کی تعمیر کی ۹۰ سالگرہ تقریبات مُنعقد کی جا رہی ہیں۔ شام کا سیشن شروع ہونے سے پہلے دُنیا میں پھیلی تمام شاخہائے جماعت کو خبر کا لنک پہنچ چُکا تھا۔

شام کا سیشن سات بجے شروع ہوا۔ ڈاکٹر جواد احمد نے بطور سٹیج سیکریٹری اِس سیشن کو بھی بہت عمدہ طریق سے نبھایا۔اجلاس کے اِس دور کا آغاز محترم یاسر عزیز صاحب کی تلاوت کے ساتھ ہوا۔ بعد ازاں محترم ہارون بدلو صاحب نے حاضرین جلسہ سے ایک بار پھر خطاب کیا۔علاوہ ازاں ڈاکٹر رابرٹ محمد امین صاحب (صدر جماعت ہیگ)، شبیر حسینی صاحب (ادارہ برائے پرنٹنگ، ہالینڈ)، شاہد عزیز (صدر جماعت انگلستان)،ڈاکٹر زاہد عزیز (ایڈیٹر انگریزی ترجمۃ القران) نے بھی حاضرین سے خطاب کیا۔

ہارون بدلو صاحب نے حضرت مسیح موعود کا کلام ترنم سے پڑھا اور آخر میں حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم ایدہ اللہ نے دُعا کے ساتھ تقریبات کے اختتام کا اعلان کیا اور مسجد کے لئے چندے کی تحریک کی۔ بفضل اللہ تعالیٰ حضرت امیر قوم کی اِس اپیل پر اُسی وقت ۶ تا ۷ ہزار یورو جمع ہو گئے۔ الحمد للہ

اجلاس کے خاتمہ پر مہمانوں کی خاطر مدارت کی گئی جس کے بعد احباب مشن ہاؤس تشریف لے گئے۔

اتوار ۲۶ اکتوبر ۲۰۱۴ء

چونکہ ہفتہ کی شام ایک جرمن ٹی وی چینل کی طرف سے ایک نمایاں خبر نامہ میں مسجد میں ۹۰ سالہ تقریبات کا اعلان کیا گیا اِسلئے یہ خبر سُن کر بروز اتوار ۳۰۰ جرمن مسجد میں آئے۔ اُن کا بھرپور استقبال اور خاطر مدارت کی گئی۔ وہ دیر تک اسلام اور احمدیت پر سوالات کرتے رہے جنکے جوابات دینے کے لیے جماعت کے علماء موجود تھے۔ اگرچہ اتنی تعداد کو سنبھالنا مشکل تھا مگر بفضل اللہ تعالیٰ یہ کام بھی بطریق احسن بپایہ تکمیل پہنچا۔تمام مہمانوں کی رخصتی کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی واپس مشن ہاوس تشریف لے گئے۔

کلامِ امام

حضرت مرزا غلام احمدؒ

اس جگہ ہمیں یہ بھی افسوس سے لکھنا پڑا کہ جیسا کہ ایک طرف جاہل مولویوں نے اصل حقیقت جہاد کی مخفی رکھ کر لوٹ مار اور قتل انسان کے منصوبے عوام کو سکھائے اور اس کا نام جہاد رکھا ہے اسی طرح دوسری طرف پادری صاحبوں نے بھی یہی کارروائی کی اور ہزاروں رسالے اور اشتہار اردو اور پشتو وغیرہ زبانوں میں چھپوا کر ہندوستان اور پنجاب اور سرحدی ملکوں میں اس مضمون کے شائع کئے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلا ہے اور تلوار چلانے کا نام اسلام ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے اِس ہی کو جہاد سمجھ رکھا ہے اسی طرح دوسری طرف پادریوں کی شہادت اپنے وحشیانہ جوش میں ترقی کی۔ میرے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ ہماری محسن گورنمنٹ ان پادری صاحبوں کو اس خطرناک افترا سے روک دے جس کا نتیجہ ملک میں بے امنی اور بغاوت ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ پادریوں کے ان بے جا افتراؤں سے اہل اسلام دین اسلام کو چھوڑ دیں گے ہاں ان وعظوں کا ہمیشہ یہی نتیجہ ہوگا کہ عوام کے لئے مسئلہ جہاد کی ایک یاددہانی ہوتی رہے گی اور وہ سوئے ہوئے جاگ اٹھیں گے۔غرض اب جب مسیح موعود آ گیا تو ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جہاد سے باز آوے۔ اگر مَیں نہ آیا ہوتا تو شائد اس غلط فہمی کا کسی قدر عذر بھی ہوتا مگر اب تو میں آ گیا اور تم نے وعدہ کا دن دیکھ لیا۔ اس لئے اب مذہبی طور پر تلوار اٹھانے والوں کا خدا تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر نہیں۔ جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اور حدیثوں کو

پڑھتا اور قرآن کو دیکھتا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی کاربند ہو رہے ہیں۔ یہ اسلامی جہاد نہیں ہے بلکہ یہ نفس امارہ کے جوشوں سے یا بہشت کی طمع خام سے ناجائز حرکات ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں۔ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں خود سبقت کر کے ہرگز تلوار نہیں اٹھائی بلکہ ایک زمانہ دراز تک کفار کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھایا اور اس قدر صبر کیا جو ہر ایک انسان کا کام نہیں اور ایسا ہی آپ کے اصحاب بھی اسی اعلیٰ اصول کے پابند رہے اور جیسا کہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ دُکھ اٹھاؤ اور صبر کرو ایسا ہی انہوں نے صدق اور صبر دکھایا۔ وہ پیروں کے نیچے کچلے گئے انہوں نے دم نہ مارا۔ اُن کے بچے اُن کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے وہ آگ اور پانی کے ذریعہ سے عذاب دیئے گئے مگر وہ شر کے مقابلہ سے ایسے باز رہے کہ گویا وہ شیر خوار بچے ہیں۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ دنیا میں تمام نبیوں کی امتوں میں سے کسی ایک نے بھی باوجود قدرت انتقام ہونے کے خدا کا حکم سن کر ایسا اپنے تئیں عاجز اور مقابلہ سے دستکش بنا لیا جیسا کہ انہوں نے بنایا؟ کس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ایسا گروہ ہوا ہے جو باوجود بہادری اور جماعت اور قوت بازو اور طاقت مقابلہ اور پائے جانے تمام لوازم مردی اور مردانگی کے پھر خونخوار دشمن کی ایذا اور زخم رسانی پر تیرہ برس تک برابر صبر کرتا رہا؟ ہمارے سید و مولیٰ اور آپ کے صحابہ کا یہ صبر کسی مجبوری سے نہیں تھا بلکہ اس صبر کے زمانہ میں بھی آپ کے جان نثار صحابہ کے وہی ہاتھ اور بازو تھے جو جہاد کے حکم کے بعد انہوں نے دکھائے اور بسا اوقات ایک ہزار جوان نے مخالف کے ایک لاکھ سپاہی نبرد آزما کو شکست دے دی۔ ایسا ہوا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ جو مکہ میں دشمنوں کی خون ریزیوں پر صبر کیا گیا تھا اس کا باعث کوئی بزدلی اور کمزوری نہیں تھی بلکہ خدا کا حکم سن کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور بکریوں اور بھیڑیوں کی طرح ذبح ہونے کو طیار ہو گئے تھے۔ بیشک ایسا صبر انسانی طاقت سے باہر ہے اور گو ہم تمام دنیا اور نبیوں کی تاریخ پڑھ جائیں تب بھی ہم کسی اُمت میں اور کسی نبی کے گروہ میں یہ اخلاق فاضلہ نہیں پاتے اور اگر پہلوں میں سے کسی کے صبر

کا قصہ بھی ہم سنتے ہیں تو فی الفور دل میں گذرتا ہے کہ قرائن اس بات کو ممکن سمجھتے ہیں کہ اس صبر کا موجب دراصل بزدلی اور عدمِ قدرت انتقام ہو مگر یہ بات کہ ایک گروہ جو درحقیقت سپاہیانہ ہنر اپنے اندر رکھتا ہو اور بہادر اور قوی دل کا مالک ہو اور پھر وہ دُکھ دیا جائے اور اس کے بچے قتل کئے جائیں اور اُس کو نیزوں سے زخمی کیا جائے مگر پھر بھی وہ بدی کا مقابلہ نہ کرے یہ وہ مردانہ صفت ہے جو کامل طور پر یعنی تیرہ برس برابر ہمارے نبی کریم اور آپ کے صحابہ سے ظہور میں آئی ہے اس قسم کا صبر جس میں ہر دم سخت بلاؤں کا سامنا تھا جس کا سلسلہ تیرہ برس کی دراز مدت تک لمبا تھا درحقیقت بے نظیر ہے اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو ہمیں بتلاوے کہ گذشتہ راستبازوں میں اس قسم کے صبر کی نظیر کہاں ہے؟

جس کا نام وہ جہاد رکھتے ہیں یہ شرعی جہاد نہیں ہے بلکہ صریح خدا اور رسول کے حکم کے مخالف اور سخت معصیت ہے لیکن چونکہ اس طریق پر پابند ہونے کی بعض اسلامی قوموں میں پرانی عادت ہوگئی ہے اس لئے اُن کے لئے اس عادت کو چھوڑنا آسانی سے ممکن نہیں بلکہ ممکن ہے کہ جو شخص ایسی نصیحت کرے اسی کے دشمن جانی ہو جائیں اور غازیانہ جوش سے اُس کا قصہ بھی تمام کرنا چاہیں ہاں ایک طریق میرے دل میں گذرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر امیر صاحب والی کابل جن کا رعب افغانوں کی قوموں پر اس قدر ہے کہ شاید اس کی نظیر کسی پہلے افغانی امیر میں نہیں ملے گی نامی علماء کو جمع کر کے اس مسئلہ جہاد کو معرض بحث میں لاویں اور پھر علماء کے ذریعہ سے عوام کو اُن کی غلطیوں پر متنبہ کریں بلکہ اس ملک کے علماء سے چند رسالے پشتو زبان میں تالیف کرا کر عام طور پر شائع کرائیں تو یقین ہے کہ اس قسم کی کارروائی کا لوگوں پر بہت اثر پڑے گا اور وہ جوش جو نادان ملا عوام میں پھیلاتے ہیں رفتہ رفتہ کم ہو جائے گا اور یقیناً امیر صاحب کی رعایا کی بڑی بدقسمتی ہوگی اگر اس ضروری اصلاح کی طرف امیر صاحب توجہ نہیں کریں گے اور آخری نتیجہ اس کا اُس گورنمنٹ کے لئے خود زحمتیں ہیں جو ملاؤں کے ایسے فتووں پر خاموش بیٹھی رہے کیونکہ آج کل ان ملاؤں اور مولویوں کی یہ عادت ہے کہ ایک ادنیٰ اختلاف مذہبی کی وجہ سے ایک شخص یا ایک فرقہ کو کافر ٹھہرا دیتے ہیں اور پھر جو کافروں کی نسبت اُن کے فتوے جہاد وغیرہ کے ہیں وہی فتوے ان کی نسبت بھی جاری کئے جاتے ہیں۔ پس اس صورت میں امیر صاحب بھی ان فتووں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ ممکن ہے کہ کسی وقت یہ ملا لوگ کسی جزوی بات پر امیر صاحب پر ناراض ہو کر اُن کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیں اور پھر اُن کے لئے بھی وہی جہاد کے فتوے لکھے جائیں جو کفار کے لئے وہ لکھا کرتے ہیں۔ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد)

بخاری کی احادیث

(فضل الباری مترجم حضرت مولانا محمد علیؒ)

حضرت عائشہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ کی بیوی سے روایت ہے کہا ابوبکرؓ اپنی جائے رہائش سے جو سنخ میں تھی اپنے گھوڑے پر آئے یہاں تک کہ اترے اور مسجد میں آئے تو لوگوں سے بات نہیں کی یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کے دیکھنے) کا قصد کیا اور آپؐ کو ایک دھاری دار چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا تو آپؐ کا منہ کھولا اور آپؐ پر جھکے اور آپؐ کا بوسہ لیا پھر روئے اور کہا میرا باپ آپؐ پر قربان ہو یا نبی اللہ، اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا وہ موت جو خدا نے آپؐ کے لئے مقرر کی تھی اس سے آپؐ کی وفات ہوئی ابوسلمہ کہتے ہیں مجھے ابن عباسؓ نے خبر دی کہ حضرت ابوبکرؓ باہر آئے اور حضرت عمرؓ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے تو ان سے فرمایا بیٹھ جاؤ تو انہوں نے انکار کیا پھر فرمایا بیٹھ جاؤ تو انکار کیا پس حضرت ابوبکرؓ نے کلمہ شہادت پڑھا تو لوگ آپ کی طرف جھکے اور حضرت عمرؓ کو چھوڑ دیا اور (ابوبکرؓ نے) کہا دیکھو جو کوئی تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وفات پائی اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ (ہمیشہ) زندہ ہے مرتا نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور محمدؐ صرف ایک رسول ہیں ان سے پہلے سب رسول گذر گئے شاکرین تک (آیت پڑھی) خدا کی قسم گویا کہ لوگ جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری ہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے پڑھا تو لوگوں نے اسے آپ سے سیکھا پھر جس سے سنو یہی آیت پڑھتا تھا۔

ام العلاء انصار میں سے ایک عورت سے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی روایت ہے کہ مہاجرین قرعہ ڈال کر بانٹ دیئے گئے تو ہمارے حصے میں عثمان بن مظعون آئے تو ہم نے انہیں اپنے گھروں میں اتارا پس وہ اس بیماری سے بیمار ہوئے جس میں وفات پائی تو جب وفات پائی اور انہیں غسل دیا گیا اور کفن کے کپڑے پہنائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا اے ابوالسائب تجھ پر خدا کی رحمت ہو میری گواہی تو تجھ پر یہ ہے کہ خدا نے تجھے بڑا مرتبہ دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کس بات سے تجھے حکم ہوا کہ خدا نے اسے بڑا مرتبہ دیا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرا باپ آپ پر قربان ہو تو خدا اسے بڑا مرتبہ دے گا فرمایا اس کے متعلق تو یہ ہے کہ اس پر موت آئی اور خدا کی قسم میں اس کے لئے بہتری کی امید رکھتا

ہوں خدا کی قسم میں خدا کا رسول ہوں مگر مجھے علم نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اس نے کہا تو خدا کی قسم اس کے بعد میں کسی کو پاک نہیں ٹھہراؤں گی اور نافع بن یزید نے عقیل سے روایت کی ہے کہ عثمان کا کیا حال ہوگا۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب میرے والد قتل ہوئے تو میں روتا ہوا ان کے منہ سے کپڑا ہٹانے لگا اور لوگ مجھے روکتے تھے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں روکا اور میری پھوپھی فاطمہ بھی رونے لگی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا رو یا نہ رو فرشتے اس پر پروں سے سایہ کرتے رہے یہاں تک کہ تم نے اسے اٹھایا

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس دن نجاشی نے وفات پائی تو اس کی موت کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی عیدگاہ کو تشریف لے گئے اور لوگوں کی صف بندھوائی اور چار تکبیریں کہیں

حضرت مرزا صاحب نے خدا کی بادشاہت قائم کرنے کے لئے کیا طرزِ عمل اختیار کیا

حضرت ڈاکٹر بشارت احمدؒ

اب میں دکھانا چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے خدا کی بادشاہت کو قائم کرنے کے لئے اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کی پیروی کی یا نہیں؟ اور قومی تعمیر کے مذکورہ بالا ذریعہ کو کہاں تک کام میں لائے؟۔

حضرت مرزا صاحب جب منصب مجددیت و مسیحیت پر مامور ہوئے تو مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ خدا پر زندہ

ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان میں کوئی قومی کیریکٹر نہ رہا تھا اور خدا کے وعدوں پر ایمان نہ رہنے سے ان پر ایک مایوسی کی حالت طاری تھی جو کسی قوم پر اگر طاری ہو جائے تو اسے تنزل وادبار کے گڑھے سے کبھی نکلنے اور ابھرنے نہیں دیتی اور آخر کار اسے ہلاک کر کے چھوڑتی ہے میں ذرا یہاں تفصیل سے ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

زندہ خدا پر ایمان سے قومی کیریکٹر کو قائم کیا

پہلے میں قومی کیریکٹر کو لیتا ہوں یاد رہے کہ قومی کیریکٹر کا لفظ جب میں مسلمانوں کے لئے استعمال کروں گا تو اس کا مطلب اسلامی کیریکٹر ہوگا وجہ یہ کہ اسلام کسی قوم یا وطن میں محدود نہیں وہ ہر ایک قومیت اور وطنیت کو توڑ کر صرف اپنی ایک قوم بناتا ہے جس کا نام مسلمان رکھتا ہے اور جس کا وطن ساری دنیا ہے پس مسلمان کا ''قومی کیریکٹر'' اور ''اسلامی کیریکٹر'' آپس میں مترادف الفاظ ہیں اب اصل حقیقت سنئے وہ یہ کہ حضرت مرزا صاحب جب منصب مجددیت پر مامور ہوئے تو حالت یہ تھی کہ مسلمانوں میں قومی کیریکٹر کوئی باقی نہ رہا تھا جس کے بغیر کوئی قوم دین تو دور رہا دنیا میں بھی نہ سلطنت حاصل کر سکتی ہے اور نہ غیر قوموں کی نظروں میں کوئی عزت پا سکتی ہے۔ آج مغرب کی زندہ قوموں میں جو برسر حکومت ہیں یا دنیا میں عزت کی نظروں سے دیکھی جاتی ہیں یہ وصف موجود ہے کہ وہ قوم کے نام پر سب کچھ فدا کرنے کو تیار ہیں وہ اپنی قوم کے خلاف کوئی کام کرنے پر آمادہ نہیں کئے جا سکتے اس کے برعکس ایک ہندوستانی مسلمان کو لیجئے اس کے دین و ایمان کی قیمت زیادہ سے زیادہ چند مربعے زمین کے ہوتے ہیں یا کوئی خطاب یا عہدہ یا جاگیر چند پیسوں کے لئے اپنی قوم کے گلے کٹوانے والے مسلمان آپ جتنے چاہیں ہندوستان کے شہر شہر قصبہ قصبہ میں دستیاب ہو سکتے ہیں کیا ایسی قوم کسی آزادی یا حکومت یا عزت کی خواہش کر سکتی ہے ان لوگوں کے لئے آزادی یا حکومت یا عزت کا نام لینا بھی ان پاک چیزوں کی ہتک اور گستاخی ہے۔ آج مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ہر ہر قدم پر ان کا نفس اسلام پر مقدم ہو رہا ہے مسلم کشی، قوم فروشی ایک عام پیشہ بن گیا ہے اور عزت و دولت کا ذریعہ۔ کیا گزشتہ چند سالوں کے تجربات نے نہیں بتلا دیا کہ جس چیز کا فقدان سب سے بڑھ کر مسلمانوں میں ہے وہ یہی قومی کیریکٹر ہے کیا بڑے بڑے جلیل القدر لوگوں میں سے اکثر جو چند روز کی لیڈری کی شان دکھا گئے بالآخر بددیانت اور خائن اور نفس پرست ثابت نہیں ہوئے؟ اور قومی زندگی کی جو لہر بھی اٹھتی نظر آئی کیا وہ آخر کار حباب کی طرح بیٹھ نہیں گئی؟ اور جہاں نفسانیت اور قومیت کا تصادم ہوا کیا وہیں نفسانیت غالب نہیں آ گئی؟ اس کی وجہ یہی تھی کہ مسلمانوں کے دلوں میں سے خدا پر سے ایمان اٹھ گیا تھا مسلمان قوم کی بنیاد کسی خاص وطن یا قوم کے ساتھ وابستہ نہ تھی بلکہ اس کی بنیاد مذہب پر تھی جو اسلام تھا اور جس کے معنی خدا کی بادشاہی کی فرمانبرداری کے ہیں پس جب خدا پر ایمان کمزور ہو گیا تو مذہب کی گرفت بھی ڈھیلی پڑ گئی جس سے مسلمانوں کی قومیت کا شیرازہ قائم نہ رہا اور ان کی وحدت و اتحاد جاتا رہا اور خدا کی بادشاہی ان کے دلوں سے نکل گئی اور وہ ہر طرف منتشر ہو کر اپنی نفسانی خواہشات اور دنیوی اغراض کے بندے بن کر رہ گئے اور ان کا قومی یا اسلامی کیریکٹر بالکل گر گیا پس ضرورت تھی کہ ان کو پھر اصل بنیاد سے مضبوط کیا جائے اور ان کی تعمیر قومی اسی بنیاد پر کی جائے جس پر مسلمانوں کی اس عظیم الشان قوم کے بانی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے تعمیر قومی کی تھی اور وہ بنیاد یہ تھی کہ زندہ ایمان کے ذریعہ دوبارہ خدا کی بادشاہی کو مسلمانوں کے دلوں میں قائم کیا جائے اور پھر انہیں اسی کلچر اور تہذیب کی طرف لوٹایا جائے جو خدا کی بادشاہی کی فرمانبرداری کا لازمی نتیجہ ہے اور جس کے ذریعہ وہ قومی کیریکٹر پیدا ہوتا ہے جو اسلام کا امتیاز خصوصی ہے اور ظاہری اور باطنی جسمانی اور روحانی ہر ایک قسم کی اصلاح اور ترقی پر مشتمل ہے۔ آپ نے بڑا زور اس بات پر دیا کہ خدا ہے اور وہ زندہ خدا ہے یعنی جیسے پہلے زمانہ میں وہ اپنے بندوں سے ہم کلام ہو کر اپنی ہستی کا اور نشانات آسمانی سے اپنے متصرف بالارادہ ہونے کا ثبوت دیتا ہے تھا آج بھی اسی طرح وہ بولتا ہے اور نشانات سماوی کے ذریعہ اپنے متصرف بالارادہ ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور بتایا کہ میں اس معاملہ میں صاحب تجربہ اور صاحب حال ہوں اور میں ہر ایک طالب حق کو خوشخبری دیتا ہوں کہ وہ میرے پاس آکر آزمائش کر لے اور

زندہ خدا سے تعلق پیدا کر کے اپنے ایمان کو تازہ اور اپنی زندگی کو مثمر بہ ثمرات کر لے چنانچہ جس قوم نے آپ کی اس آواز پر لبیک کہا اور آپ کے دامن سے لگی اس کے قلوب میں وہ زندہ خدا بس گیا اور اس کی بادشاہی نے ان میں سے بہتوں کے قلوب پر ایسا قبضہ کیا کہ وہ اس کے فرمانبردار ہو کر اس کے بندوں میں داخل ہو گئے اور ان سے وہ اعمال صالحہ اور قربانیاں سرزد ہوئیں جو آج مسلمانوں کے اندر عنقا کا حکم رکھتی ہیں اور جو سلف صالحین کی یاد کو تازہ کرتی ہیں اور یہی وہ زندہ ایمان ہے جو باوجود اس جماعت کے قلیل التعداد ہونے اور کثرت مخالفت کے اس کے پائے ثبات میں تزلزل نہیں آنے دیتا بلکہ ہر قدم جو خدا کی راہ میں اٹھتا ہے وہ ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ آگے ہی اٹھتا ہے پیچھے نہیں پڑتا۔

اس میں کیا شک ہے کہ جب زندہ ایمان قلوب کے اندر پیدا ہوا ہے تو اس کے ساتھ ہی اعمال صالحہ کی تحریک اور قربانی کی روح بھی اس میں پیدا ہوتی ہے لیکن اس بات کو پختہ کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب نے ہر ایک اپنے مرید سے یہ عہد بھی لیا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا جس کا مطلب یہ تھا کہ جہاں اپنی ذاتی اغراض اور نفس کا اسلامی مفاد سے تصادم ہو وہاں اسلامی مفاد پر اپنی ہر ایک چیز قربان کر دی جائے یہی وہ قربانی کی روح ہے جس سے قومیں بنتی ہیں اور زندہ رہتی ہیں جس کے بغیر قومی تعمیر ریت کے تودے پر عمارت بنانے سے بڑھ کر نہیں جو گرنے کے لئے ایک ہوا کے جھونکے کی منتظر رہتی ہے مثال کے طور پر دیکھ لو جرمن قوم جنگ عظیم کے بعد ایسی گری تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ پھر وہ اٹھنے کے قابل نہ ہو گی لیکن ابھی چند سال ہی گزرے ہیں کہ وہی قوم آج پھر دوسری ہم چشم قوموں کے برابر ہے بلکہ ان سے بھی بعض میدانوں میں گویا سبقت لے گئی وجہ یہ ہے کہ ان میں وہ جڑ موجود رہی ہے جس سے کہ قومیں بنتی ہیں یعنی قومی کیریکٹر چنانچہ آج کل جرمن قوم کا ایک مقولہ یہ ہے کہ قومی مفاد کو انفرادی مفاد پر ترجیح دو یہی ایک فقرہ ہے جسے حکومت جرمنی اپنے تمام مردوں اور عورتوں اور بوڑھوں اور بچوں کے دل و دماغ میں جاگزین کرانا چاہتی ہے۔ حکومت کے ہر شعبہ میں زور دیا جاتا ہے کہ انفرادی حیثیت کوئی وقعت نہیں رکھتی قومی اور اجتماعی مفاد کو ہر حالت میں مقدم کرنا چاہئے اور انفرادی زندگی کو اجتماعی زندگی پر قربان کر دینا چاہئے غرضیکہ جرمن قوم کی زندگی اور جرمن حکومت کی قوت کا راز اس ایک فقرہ میں مضمر ہے تو پھر جیسا کہ میں بتا آیا ہوں کہ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد ان کے دین پر ہے اور ان کی انفرادی زندگی یعنی ان کی نفسانیت ان کی دنیا ہے تو مسلمان قوم میں اس کے حسب حال جو قومی کیریکٹر پیدا کیا جا سکتا ہے وہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دین کو دنیا پر مقدم رکھے اور خدا کی بادشاہی کو ایسا اپنے قلوب پر حاوی کرے کہ اس کی فرمانبرداری کے لئے اپنے تمام نفسانی خواہشات اور دنیوی اغراض کو وہ پس پشت پھینکنے کو ہمہ وقت تیار ہے، دوسرے لفظوں میں یہ کہ اپنے دین کے لئے دنیا کو قربان کرنے میں اسے ذرا بھی تامل نہ ہو چنانچہ یہی وہ عہد تھا جو حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنے مریدوں سے لیا اور یہی عہد وہ تمام مسلمانوں سے لینا چاہتے تھے اور اسی ایک فقرہ کو وہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں اور بوڑھوں اور بچوں کے دل و دماغ میں جاگزین کر دینا چاہتے تھے تاکہ ان کا وہ کھویا ہوا قومی یا اسلامی کیریکٹر ان میں پھر دوبارہ پیدا ہو جس سے قومیں بنتی اور دین و دنیا میں عروج پکڑتی ہیں کاش کہ مسلمان اس سچے آسمانی لیڈر کی آواز پر لبیک کہتے اور آپ کے ہاتھ پر اس عہد کو پورا کرنے کا اقرار کرتے تو دنیا دیکھ لیتی کہ مسلمان قوم کے اندر کتنا عظیم الشان قومی کیریکٹر پیدا ہو جاتا اور دنوں میں وہ دنیا میں عزت اور حکومت کے وارث ہو جاتے۔ اسلامی کیریکٹر تو وہ چیز تھا کہ اگر مسلمان اس کی طرف توجہ کرتے اور اسے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتے تو یہ بات سچ

ہے کہ پھر اس کا مقابلہ نہ برطانیہ کا بحری بیڑا کرسکتا ہے اور نہ ہوائی اور نہ کانگریس اس کا بال بیکا کرسکتی ہے نہ ہندو مہا سبھا۔ گاندھی جی نے تو کہا تھا کہ کھدر پہنو میں سوراج کا ٹھیکہ لیتا ہوں لیکن

حضرت مرزا صاحب نے اس سے زیادہ جامع اور مانع اور مسلمانوں کے حسب حال دستور العمل پیش کیا تھا کہ اسلامی کیریکٹر اپنے اندر پیدا کرو۔ اسلام کو اپنے نفس اور ذات پر مقدم کر کے خدا کی بادشاہت کو اپنے اوپر بکلی قبول کرلو، دوسرے لفظوں میں یہ کہ سچے مسلمان بن جاؤ تو عزت اور سلطنت تمہارا خیر مقدم کرے گی لیکن افسوس کہ کثرت سے مسلمانوں نے اس آواز پر کان نہ دھرا۔ انہوں نے کوٹھے پر چڑھنا چاہا مگر بغیر زینہ کے انہوں نے سلطنت مانگی مگر اس کے حصول کے ذریعہ کی طرف توجہ نہ کی انہوں نے سمجھا کہ جو سلطنت قومی کیریکٹر کے ذریعہ بنتی ہے وہ دنیا کے لئے رحمت اور موجب برکت اور پائدار ہوتی ہے اور جو سلطنت محض ڈنڈے کے زور سے بنتی ہے وہ ناپائدار اور دنیا کے لئے ایک آفت اور مصیبت ہوتی ہے محض سلطنت کوئی چیز نہیں جب تک کہ وہ اچھی سلطنت اور نافع نہ ہو۔ (مجدد اعظم)

عالمگیر جماعت

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - یوکے شاخ

(مرکز لاہور)

15 Stanley Ave,Wembley, UK HA0 4JQ

جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ با الفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ’’اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا‘‘، ’’جو شخص ختم نبوت کا منکر ہواُ سے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔‘‘، ’’میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔‘‘

۳۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ آنحضرت ﷺ کے بعد مجدد دین آئیں گے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔

۵۔ ہم تمام صحابہ کرام اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ ہر اس شخص کو جو لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رسولُ اللّٰهُ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدد و مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا نبی ہونے کا ہرگز نہیں تھا۔ ان کے اپنے الفاظ ہیں: ’’اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔‘‘

اِن عقائد رکھنے والی جماعت کو کافر کہنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟